Fikr-o-Nasar (Islamabad) 8:11 (1970)

منشی محمد مہراللہؒ

تصنیف: مصطفیٰ نورالاسلام ۔ ترجمہ و تلخیص: محمد رشید الزمان، محسن احمد غازی

پیدائش اور خاندان

منشی محمد مہراللہ ۱۰ پوش ۱۲۶۸ بنگالی سن مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۶۱ء کو ضلع جیسور بنگال کے ایک گاؤں گھوش گرام میں اپنے ننھیالی گھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کی رہائش جیسور شہر کے قریب ایک گاؤں چاتیان تالہ میں تھی۔ منشی صاحب کے والد ماجد کا نام منشی وارث الدین تھا جو ایک غریب لیکن نہایت دیندار انسان تھے۔

منشی مہراللہ کے والد کا ان کے بچپن میں ہی انتقال ہو گیا۔ والدہ سب بچوں کو لے کر اپنے بھائی کے گھر چلی گئیں، ماموں کی سرپرستی میں ان بچوں نے پرورش پائی۔

تعلیم اور ملازمت

منشی صاحب نے ابتدائی اسباق اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے۔ پانچ سال کی عمر میں ان کو مدرسہ بھیجا گیا۔ والد کی وفات کے بعد غالباً ان کو اپنا سلسلۂ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ بعد میں ان کی والدہ نے اپنے بھائی کی نگرانی میں دوبارہ منشی صاحب کی تعلیم کا اہتمام کیا۔ بڑے ہو کر مہراللہ نے ایک مرتبہ کہا تھا "کچھ بھی ہو میں نے صرف اپنی والدہ کے صدقے علم حاصل کیا ہے"۔

مہراللہ کو تقریباً ۱۳-۱۴ سال کی عمر میں اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔ وہ چھ سال تک دوسروں کے گھر رہے۔ اس مدت کو انھوں نے تعلیم حاصل کرنے میں گزارا۔ عربی اور فارسی زبانیں سیکھیں۔ انہوں نے فارسی زبان سیکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ فارسی ادب اور فارسی شاعری کو اپنی خصوصی دلچسپی کا مضمون قرار دیا۔ انہوں نے پند نامۂ عطار اور سعدی کی گلستان بوستان کا بھی مطالعہ کیا۔ ان کتابوں کے اثرات ان کی بعد کی زندگی میں نمایاں طور پر ظاہر ہوئے۔ ان چھ سالوں میں انہوں نے قرآن مجید

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ گھر سے غیر حاضری کی اس مدت میں انھوں نے اُردو زبان بھی سیکھی اور جلد ہی اس زبان میں مہارت پیدا کر لی۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے اُردو میں پائے جانے والے اسلامی لٹریچر کو استعمال کیا، اس سے ان کے ذہنی ارتقاء میں بھی مدد ملی۔

حصولِ تعلیم کی اس چھ سالہ مدت کے ابتدائی تین سال انہوں نے کو یا لکھلی کے مولوی مصاحب الدین کی صحبت میں بسر کئے جبکہ آخری تین سال وہ کورچو یا کے مولوی محمد اسمٰعیل کی خدمت میں رہے۔ اپنی شخصیت کی تعمیر میں انہوں نے ان دونوں شخصیتوں سے بہت استفادہ کیا۔

حصولِ معاش کے مرحلہ میں داخل ہونے کے بعد بھی منشی مہراللہ نے تعلیم و تعلم کو بالکلیہ ترک نہیں کیا، بلکہ مولوی تاج الدین سے اردو اور فارسی ادبیات کے اسباق لیتے رہے، ساتھ ہی بنگلہ ادب اور گرامر کا مطالعہ بھی جاری رہا۔

حصولِ معاش

گھر واپس آنے کے بعد ان کو گھریلو ذمہ داریاں سنبھالنی پڑیں۔ معاشی اعتبار سے ان کے گھریلو حالات بڑے خراب تھے۔ گھر والوں کے لئے کچھ نہ کچھ کمانے کی غرض سے وہ ایک درزی کے ساتھ کاریگر کی حیثیت سے شریک ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد جیسور شہر کے علاقے شاہب باڑی کے ایک درزی کی مدد سے وہ خود بھی ایک ماہر درزی ہو گئے۔ جلد ہی وہ شاہب باڑی میں کسی بڑے آدمی کے خاندانی درزی کے طور پر مقرر ہو گئے۔ پانچ سال بعد وہاں سے چھوڑ کر چلے آئے اور اپنی الگ دکان قائم کر لی۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ان کا شمار مشہور اور ماہر درزیوں میں ہونے لگا۔ جیسور کا ضلع مجسٹریٹ بھی ان کی دکان کا ایک مستقل گاہک تھا۔ متعدد مرتبہ وہ انگریزوں کے ساتھ کپڑے سینے کی غرض سے دارجیلنگ بھی گئے۔

ایک مرتبہ علاقے کے ضلع مجسٹریٹ نے ان کو ضلع کچہری میں ملازم رکھ لیا تھا لیکن انہوں نے چند ہی دنوں بعد استعفا دے دیا اور اپنے کاروبار میں واپس چلے آئے۔

خاندانی زندگی

۱۸۸۰ء میں بیس سال کی عمر میں منشی مہراللہ کی شادی چندو تیہ کے منشی عظیم الدین کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ایک شادی انھوں نے بعد میں بھی کی۔ اللہ نے ان کو چھ بچے دیئے تین لڑکے

اور تین لڑکیاں۔

مشنریوں سے مقابلہ اور اشاعتِ اسلام

انیسویں صدی میں عموماً اور اس صدی کے دوسرے نصف میں خصوصاً بنگال میں عیسائی مشنریوں کی طرف سے تبلیغ مسیحیت کی تحریک بہت زوروں پر تھی۔ جیسور ان کا خاص مرکز تھا۔ مہراللہ نے اپنی ابتدائی زندگی ہی سے اس امر پر غور کیا تھا کہ اس ملک کے لوگ مسیحیت کو کیوں قبول کر رہے ہیں۔ آگے چل کر مہراللہ خود بھی مشنریوں سے متاثر ہو گئے اور ان کے ذہن میں اسلام کی صداقت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے، اور رفتہ رفتہ عیسائی مذہب میں دلچسپی لینے لگے۔ منشی صاحب کے ایک قریبی دوست منشی ضمیرالدین نے اس زمانے میں منشی صاحب کی ذہنی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے: اسلام پر سے ان کا ایمان جاتا رہا اور پادری انندا بابو کی پے در پے تبلیغ کی وجہ سے ان کو عیسائی مذہب سے دلچسپی پیدا ہوگئی، عیسائی لٹریچر کے مطالعہ سے بھی ان کے خیالات متاثر ہوئے۔ لیکن ان کو بپتسمہ نہ دیا جا سکا۔ مہراللہ کہتے تھے کہ میں نے عیسائی مذہب اختیار کر لینے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن انہی دنوں ان کو دو کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، یعنی "کرسٹان دھرمر بھرو شتوتا" (عیسائی مذہب میں ردوبدل) از حافظ نعمت اللہ اور "انز یلے حضرت محمد رکھو بر آچھے" (انجیل میں حضرت محمدؐ کی خبر دی گئی ہے) از پادری الیشان چندرا منڈل، (اس پادری نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا اور منشی احسان اللہ کے نام سے مشہور ہوا)۔ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ نے مہراللہ کی ذہنی کیفیت کو یکسر بدل دیا اور انہوں نے تبدیلیِ مذہب کا ارادہ ترک کر دیا۔

مہراللہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں وہ دارجیلنگ میں تھے انہوں نے میسور سے شائع ہونے والا ہفت روزہ مجلہ "منصور محمدی" خریدنا شروع کیا۔ اسی زمانے میں انہوں نے عیسائیت کے خلاف لکھی چند اردو کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔ ایک اردو کتاب تحفۃ الہندی پڑھنے کے بعد ان کو بڑی آسانی سے دوسرے ادیان کی غلطیاں اور برائیاں معلوم ہوگئیں۔ اسلام کے متعلق مزید علم حاصل کرنے کی غرض سے انہوں نے مصر سے بھی کتابیں منگوائیں۔ اس کے علاوہ منشی مہراللہ نے وید، بھگوت گیتا، اپنشد، تری پٹک، بائبل وغیرہ کا بھی انتہائی غور و خوض کے ساتھ

مطالعہ کیا۔ مختلف کتابیں اور رسائل وغیرہ پڑھنے کے بعد ان کے سامنے ایک طرف اسلام اور اسلامی نظریات کی خوبی اور سچائی واضح ہوگئی اور دوسری طرف دوسرے ادیان کی بنیادی کمزوریاں بھی ان کے سامنے آگئیں۔ اب ان کو عیسائی مشنریوں کے پروپیگنڈے کی حقیقت معلوم ہوئی اور ان کے دل پر بہت بڑا اثر ہوا۔

پہلے بتایا جاچکا ہے کہ جیسور عیسائی مشنریوں کا مرکز تھا۔ ان کا اصل مقصد تھا لوگوں میں حضرت عیسےٰ کی خوبیاں اور عیسائیت کی سچائی پھیلانا۔ یہ لوگ اسلام کے بارے میں مختلف جھوٹ اور عجیب عجیب کہانیاں لوگوں کو سناتے تھے اور قرآن کریم کی غلط توضیحات پیش کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کے بارے میں توہمات پھیلانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ لوگوں میں اپنے مقاصد کو پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ لوگ بازاروں اور راستوں میں تقریریں کرتے تھے اور چھوٹے چھوٹے کتابچے لوگوں کو دیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ کچھ مجلات اور رسائل وغیرہ بھی شائع کرتے تھے۔ اس طرح ان کے پروپیگنڈے کے تحت بہت سے سادہ دل اور جاہل مسلمانوں نے عیسائیت قبول کرلی۔

ان حالات میں مشنریوں کے پروپیگنڈے کو روکنے کے لئے منشی مہر اللہ میدان میں اُترے۔ اسلام، قرآن اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پھیلائی ہوئی تمام غلط توضیحات کا دندان شکن جواب دینے کے لئے آپ نے کتابیں لکھیں۔ بحث و مباحثہ کر کے مشنریوں کا جینا دوبھر کردیا۔ بازاروں، شہروں وغیرہ میں دینی جلسے کئے۔ مشنریوں کی کوشش کو انھوں نے کس انداز میں بیکار بنایا اس کی واضح تفصیل ہم کو ان کے سوانح نگار جناب حبیب الرحمان سے معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں:

"منشی صاحب نے پادریوں کی طرح بازاروں میں ان کی تقریروں کا پُرزور رد کیا، بازار کے ایک طرف اگر پادریوں کا جلسہ ہوتا تو دوسری طرف منشی صاحب کی تقریر ہوتی، بازار کے تمام لوگ منشی صاحب کی تقریر سننے آجاتے تھے، عام لوگ زندگی بھر یہی دیکھتے آئے تھے کہ بازاروں میں پادریوں ہی کی تقریریں ہوتی ہیں، آج یہ کیا نیا منظر ہے کہ ایک نوجوان بغیر کسی غرض کے پادریوں کی تقریروں کے مدلل جوابات دے رہا ہے اور اسلام کی شان اور

اللہ اور رسولؐ کی بڑائی کو علی الاعلان بیان کر رہا ہے، جن پادریوں کے خلاف آج تک کوئی شخص ایک لفظ بھی بولنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا ان کو آج ایک مہر اللہ نامی نوجوان مقابلہ کے لئے پکار رہا ہے اور پُر زور تقریروں کے ذریعے ان کی دلیل بازیوں کو غلط ثابت کر کے اسلام کا جھنڈا بلند کر رہا ہے، اس طرح ملک بھر میں ان کا شہرہ ہو گیا، اس نئے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کے لئے سارے مسلمان ایک نیا جذبہ محسوس کرنے لگے۔

اشاعتِ دین میں منشی مہر اللہ کو بہت جلد کامیابی حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں ان کے ساتھی محمد قاسم اور منشی غلام ربانی تھے۔ مشنریوں کی مخالفت اور اشاعتِ دین کے لئے آپ نے اپنا کاروبار بھی ترک کر دیا اور ہمیشہ اس کام میں مصروف رہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

ضمیر الدین کے ساتھ تعلقات

کلیسائے انگلستان کے ایک پادری مشنری ضمیر الدین کے ساتھ تعلقات مہر اللہ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے۔ مہر پلور کے شیخ ضمیر الدین نے اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر لی تھی اور اسلام کی مخالفت اور عیسائیت کی برتری ثابت کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں اس نے "کھریشٹو بوندھب" (عیسائیوں کا دوست) نام سے ایک رسالہ لکھا، اس رسالہ میں ایک عنوان "آشل قرآن کو تھائے" (اصل قرآن کہاں ہے) کے تحت ایک مقالہ لکھا جس کا اصل مدعا یہ تھا "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن بالکل بدل گیا اور آج کل جو قرآن موجود ہے کچھ اور ہے اصل قرآن نہیں۔" مسلمانوں میں بڑا ہنگامہ ہوا۔ لیکن کسی نے اس کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ منشی مہر اللہ نے یہ کام انجام دیا، اور ہفت روزہ "سُدھاکر" (چاند) کے چار شماروں (۲ چیت، ۱۶ چیت ۱۲۹۹ بنگلہ سنہ، ۲ بیساکھ اور ۲ جیٹھ ۱۳۰۰ بنگلہ سنہ) میں "کھریشٹانی دھوکا بھنجن" (عیسائی مغالطہ کا جواب) کے عنوان سے ایک طویل مقالہ شائع کیا۔ اس کے بعد پادری ضمیر الدین نے بھی اس رسالہ میں دوبارہ ایک مقالہ لکھا۔ مہر اللہ نے اس کا بھی جواب دیا۔ مہر اللہ نے اس رسالہ میں "آشل قرآن سربترو" (اصل قرآن ہر جگہ موجود ہے) کے عنوان سے ایک اور مقالہ لکھا۔ اس مقالہ نے ضمیر الدین کو بہت متاثر کیا اور اس کے دل میں عیسائیت کے بارے

میں پھر شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے اور آخر کار پادری ضمیرالدین دوبارہ مسلمان ہوگیا اور عیسائیت کے بجائے اس نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اس طرح پادری ضمیرالدین منشی شیخ ضمیرالدین میں تبدیل ہو گئے۔

اس کے بعد ضمیرالدین کے ساتھ ان کے تعلقات کی ابتدا ہوتی ہے۔ ضمیرالدین لکھتے ہیں:

"ان تعلقات کی وجہ سے منشی صاحب سے میری گہری دوستی ہوگئی، ۱۳۰۴ بنگلہ سن میں میری کتاب "اسلام گروہن" (قبولِ اسلام) شائع کر کے مجھے ممنون کیا۔ ۱۱ پھاگن ۱۳۰۴ بنگلہ سن کو ندیا کے قریب ایک گاؤں پانٹی میں مجھ کو پہلی مرتبہ منشی صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔"

اس کے بعد شیخ ضمیرالدین ہر طریقے سے اشاعتِ اسلام میں منشی مہراللہ کے مددگار رہے۔ ۱۳۰۴ بنگلہ سن سے لے کر ۱۳۱۴ بنگلہ سن میں مہراللہ کی وفات تک یہ دونوں ایک دوسرے کے کافی قریب رہے۔ مہراللہ کی وفات کے بعد ضمیرالدین نے "مہر چریت" (حیات مہر ۱۳۵۵ھ کلکتہ) کے نام سے ان کی ایک مستند سوانح عمری مرتب کر کے ان سے اپنی دوستی کا حق ادا کیا۔

قوتِ تقریر

منشی مہراللہ پورے بنگال میں قوتِ تقریر کے اعتبار سے سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ ان کے زمانے میں تقریر کا اس قدر غیر معمولی ملکہ کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ قوتِ تقریر میں ان کا موازنہ برہمو سماج کے مشہور مقرر کیشب شین ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان ان کو دوسرا کیشب شین ہی کہتے تھے۔

مہراللہ نے زندگی بھر اشاعتِ دین کے لئے کوشش کی۔ اس مقصد کے لئے اُنہوں نے فنِ تقریر کو ذریعہ بنایا۔ اُنھوں نے ایک مبلغ کی حیثیت سے پورے بنگال اور آسام کے دَورے کئے۔ ان کی تقریریں دینی، معاشرتی، تعلیمی، معاشی غرض ہر شعبۂ زندگی کے مسائل پر حاوی ہوتی تھیں۔

مہراللہ کی زندگی کے آخری دس سالوں میں منشی ضمیرالدین بھی بحیثیت مبلغ ان کے ساتھ رہے۔ ایک مقرر کی حیثیت سے مہراللہ کا تعارف اُنہوں نے اس انداز میں کرایا ہے:

"اس وقت یعنی پھاگن ۱۳۰۴ بنگلہ سن سے لے کر ۱۳۱۴ تک میں نے منشی صاحب کے ساتھ بنگال کے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے بہت سے دینی جلسوں سے خطاب کیا۔ چیت ۱۳۰۴ء میں رانا گھاٹ میں پادری منرو کے ساتھ ایک مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کی روداد منشی مزمل الحق نے اس زمانے کے دو رسالوں "مہر" اور "شودھاکر" میں بیان کی۔ میں بھی اس مناظرہ میں ان کے ساتھ تھا۔ ۱۳۰۵ء میں مگھر کے مہینے میں ہم نے جیسور کے علاقے کیشب پور میں تبلیغ کا کام کیا۔ اس کے بعد وہاں سے نواکھالی گئے۔ نواکھالی ٹاؤن ہال اور راج کمال اسکول میں انھوں نے جو تقریریں کیں ان کو سن کر وہاں کے مجسٹریٹ، جج، منصف، وکیل، اور مختار وغیرہ نہایت متاثر ہوئے اور منشی صاحب کی تعریف کی۔ اس کے بعد انھوں نے اور بہت سے مقامات کا دورہ کیا، جن میں کشتیا، کمار کھالی، راج باڑی، پبنہ، چاٹ مہر، سراج گنج، راجشاہی، ناٹور، رنگ پور، نیل پھاماری، دیناج پور، بوگرہ، کوروٹیا، گوالند، کچہ بہار، ڈائمنڈ ہاربر، ندیا، جیسور، کھلنا، چوبیس پرگنہ اور باریسال قابلِ ذکر ہیں۔ ہر جگہ ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں نے ان کی تقریروں کی تعریف کی۔ خلاصہ یہ کہ ان کو تقریر کا ایک زبردست ملکہ حاصل تھا۔"

لوگوں کے دلوں پر مہر اللہ کی تقریروں نے کس شدت کے ساتھ اثر کیا، اس کے متعلق منشی ضمیر الدین کی زبانی سنیئے:

منشی صاحب کے مواعظ سن کر ہزاروں آدمیوں نے شرک اور بدعات سے توبہ کر لی اور دیندار بن گئے۔ بہت سے بے نمازیوں نے نماز شروع کر دی۔ مختلف مقامات پر مساجد، مدارس اور مکاتب قائم ہو گئے۔ ان کی تقریریں سن کر بہت سے سود خواروں نے سود خوری ترک کر دی، بے پردہ عورتیں ان کی نصیحت سن کر پردہ نشین ہو گئیں، کئی بیکاروں نے کاروبار شروع کر دیئے۔ بہت سے جوگیوں اور مستانوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کر لی۔

انجمنوں اور تعلیم گاہوں کی تاسیس

منشی صاحب قومی بیداری اور تعمیر نو کے لئے انجمنوں اور تعلیم گاہوں کو ابتداء ہی سے

اہمیت دیتے تھے۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ محض بازاروں، شہروں اور دیہاتوں میں تقریریں کرنے سے دُور رس نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ اس طرح کے اداروں کے قیام کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے تھے۔ عیسائی مشنریوں کی مخالفِ اسلام کارروائیوں کے مقابلہ کے لئے انھوں نے ایک انجمن قائم کی جس کا نام تھا "اسلام دھرمت تیز یکا" (جذبۂ دینی اسلامی)۔ اس انجمن کے قیام کے لئے انھوں نے کلکتہ سے منشی ریاض الدین احمد، مولوی معراج الدین احمد، شیخ عبدالرحیم وغیرہ کو بلایا۔

علاوہ ازیں انھوں نے ایک اور انجمن قائم کی جس کا نام "نکھل بھارت اسلام پرو چار شومیتی" (کل ہند انجمن اشاعتِ اسلام) تھا، یہ انجمن انھوں نے خان بہادر حیدر خان، خان بہادر نور محمد زکریا وغیرہ کی مدد سے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اسلامی نظریۂ حیات کو فروغ دینے کے لئے قائم کی تھی۔ بنگال و آسام میں اشاعتِ اسلام کی ذمہ داری سنبھالی۔ موجودہ صدی کے ابتدا میں "بونگیو مسلمان شکھا سمتی" (بنگالی مسلمانوں کی تعلیمی انجمن) ایک مضبوط انجمن تھی، یہ اس زمانے میں مسلمانوں میں اشاعتِ اسلام کا ایک اچھا ذریعہ تھا۔ منشی صاحب اس انجمن کے قریبی معاونین میں سے تھے۔ ۱۳۱۰ بنگلہ سن میں راج شاہی اور ۱۳۱۲ سنہ میں کومیلا میں اس انجمن کے سالانہ جلسہ میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۳۱۳ سنہ میں ڈھاکہ میں منعقد ہونے والے اسی انجمن کے تاریخی جلسہ میں بھی منشی صاحب نہایت فعال رہے۔

منشی صاحب سماجی اصلاحات اور قومی ترقی کے لئے تعلیم کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ مسلمان تعلیم کے بغیر کبھی بھی خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہو سکتے۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے ضلع جیسور کے منوہر پور میں مدرسہ کرامتیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ مدرسہ کے اخراجات کا بڑا حصہ وہ خود ہی ادا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزی زبان سیکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے اس مدرسہ کے ساتھ ہی ایک انگریزی اسکول بھی قائم کیا۔

سیاسیاتِ حاضرہ

اس زمانے کی سیاسی تحریکات پر عموماً اور کانگریسی سیاست پر خصوصاً اُن کو بالکل اعتماد نہ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جہالت کے اندھیروں میں پڑی ہوئی قوم کے لئے سیاست میں حصہ لینا خودکشی

کے مترادف ہے۔ اسی لئے انھوں نے کم علم اور جاہل مسلمانوں کو سودیشی تحریک میں حصہ لینے کی کبھی بھی ترغیب نہیں دی۔ وہ ۱۹۰۵ء میں شروع ہونے والی اس تحریک کے بھی جو تقسیم بنگال کے خلاف چلائی گئی تھی حق میں نہ تھے۔ ان کے ایک قول سے اس زمانے کی سیاسی تحریکات کے بارے میں ان کی رائے معلوم ہو جائے گی۔ سودیشی تحریک کے ہندو رہنماؤں نے جب ان سے معاونت کی درخواست کی تو انھوں نے کہا:

"جس طرح ایک لنگڑے آدمی کے لئے درست ٹانگوں والے کے ساتھ دوڑنا دشوار ہے اسی طرح جب تک مسلمان تعلیم کے میدان میں ہندوؤں کے برابر نہیں ہوں گے اس وقت تک سیاست کی دوڑ میں ہندوؤں سے ان کا مقابلہ مشکل ہے۔"

رسائل اور اخبارات سے تعلقات اور تصنیف کتب

منشی مہراللہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ قومی ترقی اور اصلاحات کے لئے اخبارات اور رسائل اور کتابیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے وہ سادھنا، مہروشودھاکر، اسلام پرچارک، سلطان وغیرہ رسائل میں مضامین لکھتے تھے۔ وہ جہاں بھی تقریر کرنے جاتے لوگوں کو ان رسائل کا خریدار بناتے۔ اس کے علاوہ وہ مسلمانوں کو ادبی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینے کی تلقین کرتے تھے۔ انھوں نے زبانی تلقین پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ نئے ادیبوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انھوں نے ان کی بعض کتابوں کو شائع کرانے کا بھی انتظام کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرنے میں بھی کبھی تامل نہیں کیا۔ اسمٰعیل حسین سراجی کی کتاب "ادنول پرباہو" (رقص شعلہ) شیخ فضل الکریم کی کتاب "پورتران کا تو"، منشی ضمیر الدین کی کتاب "امار جیونی او اسلام گرہن" (میری زندگی اور قبول اسلام) وغیرہ کو انھوں نے اپنے خرچ پر شائع کرایا۔

مہراللہ کی اپنی تصانیف بھی اس زمانے میں بہت مقبول ہوئیں۔ اکثر کتابیں متعدد بار طبع ہوئیں۔ ان کی تصانیف بے شمار ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ وہ ادب برائے ادب کے قائل نہ تھے۔ ان کی زندگی کا بنیادی مقصد اور ان کی تصنیفات کا اصل موضوع عیسائی مشنریوں کی مخالفت، دین اسلام کی حقانیت کی اشاعت، معاشرتی اصلاح اور مسلم بیداری تھا۔

وفات

محنت کی زیادتی کی وجہ سے مہراللہ کی صحت خراب ہو گئی۔ جان گسل دوروں، طویل تقاریر،

مختلف اصلاحی کاموں، تصنیفِ کتب، اخبارات و رسائل کے لئے مضمون نویسی کی کثرت اور سب سے بڑھ کر قیام و طعام کی بے ترتیبی کی وجہ سے ان کی صحت پر بڑا اثر پڑا۔ ۱۳۱۴ھ کے بیساکھ کے مہینے میں شمالی بنگال میں جل پائی گوڑی میں ان کو متعدد جلسوں میں شرکت کے لئے جانا پڑا، اور ۲۴ سے ۲۷ بیساکھ تک پے در پے چار جلسوں میں تقریر کرنے کی وجہ سے وہ انتہائی علیل ہو گئے اور بخار کی حالت میں گھر واپس آئے۔ اس کے ایک ماہ بعد ۲۴ جلیٹھ ۱۳۱۴ھ کو نمونیہ کی حالت میں ۵۴ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

تصانیف

مہر اللہ کی بہت سی تصانیف آج کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ ان کی تمام کتابوں، کتابچوں اور ان کے تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ مقالات و مضامین کی مکمل فہرست پیش کرنا بھی مشکل ہے۔ بنگال لائبریری میں موجود ان کی مطبوعہ کتابوں اور ان کی سوانح عمریوں کے علاوہ ان کی زندگی سے متعلق لکھے جانے والے بعض تحقیقی مقالات کی مدد سے درج ذیل فہرست تیار کی گئی ہے۔

۱ ۔ کھریشٹو دھرمیر اوشاروتا (مسیحیت کا کھوکھلا پن)
۲ ۔ کھریشٹان ۔ مسلمانے ترکو جُدھو (عیسائیوں اور مسلمانوں کا مناظرہ)
۳ ۔ رد کھریشٹان او دلیل الاسلام (رد مسیحیت و دلیل الاسلام)
۴ ۔ ہندو دھرمو رہشو او دیب لیلا (ہندو مت کی اصلیت اور دیولیلا)
۵ ۔ اسلام رَوِبی ۔ (مہر الاسلام)
۶ ۔ بدھوا گنجونا او بشاد بھانڈار (بیوہ کی تکالیف اور خزینۂ غم)
۷ ۔ پند نامہ ۔
۸ ۔ شاہیب مسلمان (ایک نومسلم انگریز)
۹ ۔ جواب النصاری ۔
۱۰ ۔ بابو ایشان چندرو منڈل ایونگ چارلس فرنچیر اسلام گرہن (بابو ایشان چندر منڈل اور ایک فرانسیسی چارلس کا قبول اسلام) ۔